

نصاب میں عربی کی صورت حال

اور

قومی سطح پر نظام تعلیم کی حالت

حمد و ستائش اس ذات کے لئے ہے جس نے اس کارخانہ عالم کو وجود بخشا

اور

درود و سلام اس کے آخری پیغمبر پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا

مڈل کلاسوں سے وابستہ اسکولوں کے بعض اساتذہ نے عربی سے متعلق نافذ العمل نصاب و نظام پر اظہار خیال کیا ہے۔ اور موجودہ شکل میں اس کو قابل اصلاح قرار دیا ہے۔ احمد پور سیال، ضلع جھنگ سے ایک عربی ٹیچر حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

”جو نصاب اس وقت رائج ہے وہ اس سطح کے طلبہ کے لئے مناسب نہیں ہے، تقریباً ہر کلاس میں ایک پارہ کے قریب قرآن پاک کا ترجمہ پڑھایا جاتا ہے۔ جو یقیناً طلبہ کی پہنچ سے باہر ہے۔ دن بھر قرآن پاک کی بے ادبی ہوتی رہتی ہے۔ نہ وضو کا کوئی اہتمام اور نہ قرآن پاک کا کوئی احترام، اور چونکہ چھٹی کلاس کے بچوں کا پہلے سے عربی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، ایسی حالت میں اگر زبردستی طوطے کی طرح انہیں ترجمہ رٹانے کی بھی کوشش کی جائے تو بھی نہ نصاب پورا ہوتا ہے، اور نہ ہی کوئی خاطر خواہ فائدہ بچوں کو ہوتا ہے۔

تقریباً بیس سال سے عربی لازم ہے مگر طلباء کو اس سے کسی بھی درجے میں کوئی مناسبت حاصل نہیں ہوتی، قرآن پاک کے علاوہ بھی ہر کتاب میں چھٹی سے آٹھویں تک آٹھ آٹھ سبق دیئے گئے ہیں، وہ بھی کچھ اس انداز کے ہیں کہ طلباء عربی سے مانوس نہ ہو سکیں۔“

موصوف نے اپنے طویل تجربہ کی روشنی میں تجویز کیا ہے کہ:

”مڈل کی سطح تک ایسی کتابیں شامل کی جائیں جو بچوں کی ضرورت اور ان کی ذہنی سطح کے مطابق ہوں، مڈل کلاسوں میں عربی کے لئے زیادہ پیرڈ بھی نہیں ہونے، اس لئے اس مرحلے کے لئے آسان اور قرآن و حدیث سے منتخب ایسی آیات کا انتخاب کیا جائے جو عمل سے متعلق ہوں اور اسی کے ضمن میں ان کو عربی زبان سے آگاہی فراہم کی جائے، روزہ مرہ کے حالات سے متعلق مسنون دعائیں اور نمازوں کے بعد کی دعائیں اہتمام سے یاد کرائی جائیں اور ان کا ترجمہ و مفہوم اچھی طرح ذہن نشین کرایا جائے، موجودہ صورت حال وقت کے ضیاع کے سوا کچھ نہیں ہے۔ یہ کام ذمہ دارانہ طریقے سے کیا جائے، حکومت نصابی کتب اجرت اور ٹھیکے پر لکھواتی ہے اور اس بات کو پیش نظر نہیں رکھا جاتا کہ کس سطح کے بچوں کی کیا استعداد ہے، کیا سکھایا جائے، اور اس کے لئے آسان، سہل کیا طریقہ اختیار کیا جائے۔“

موصوف نے جن نقائص کی نشاندہی کی ہے وہ بہت زیادہ توجہ طلب ہیں، موجودہ صورت حال میں ان کلاسوں کے بچے ترجمہ قرآن تو کیا، ناظرہ قرآن سے بھی آگاہی حاصل نہیں کر پاتے، عربی زبان کے لئے مناسب کتب کی تیاری بھی ناگزیر طور پر، نفسیات اور ضروریات کو سامنے رکھ کر ہونی چاہئے ایک مسلمان کو زندگی کے بہت سے معاملات میں، جن میں عقائد اور عبادات سرفہرست ہیں، بکثرت عربی زبان سے سابقہ پڑتا رہتا ہے جبکہ نماز جو دین کا اہم رکن ہے، شروع سے آخر تک عربی کلمات ہی پر مشتمل ہے، مختلف ادعیہ اور کلمات بھی عربی ہی میں ہیں، اس لئے نظام تعلیم میں ناظرہ قرآن اور مناسب حد تک عربی زبان سے واقفیت کو لازمی طور پر ترجیح حاصل ہونی چاہئے۔

نیز وسیع تناظر میں دیکھتے ہوئے اس حقیقت سے اختلاف یا اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ تعلیم کا معاملہ ملک و ملت کے لئے سب سے زیادہ ضرورت و اہمیت کا حامل ہے۔ قرآن کریم جو قیامت تک کے لئے زندگی کے تمام تر شعبہ جات سے متعلق مفصل دستوری ہدایت نامہ ہے۔ اس کی پہلی وحی بھی ان آیات پر مشتمل ہے جو پڑھنے اور لکھنے کے مضمون سے متعلق ہے۔ [اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ.....]

تعلیم سے انسانی محاسن اور فطری صلاحیتیں اجاگر ہوتی ہیں۔ تعلیم تکمیل ذات کا موثر ذریعہ ہے۔ تعلیم بنی سے اچھے اور بُرے میں فرق جانا جاتا ہے، تعلیم ہی سے مقصود تک پہنچنے کے سنگ میل نظر آتے ہیں، اور عقل و شعور کو جادہ حق پر مستقیم رکھنے میں مدد ملتی ہے۔ اور تعلیم ہی وہ موثر وسیلہ ہے جس سے فکری اور نظریاتی اقدار اور تہذیبی روایات کی حامل قوم تشکیل پاتی ہے۔

محترم مراسلہ نگار نے تو صرف عربی سے متعلق اپنی فکر مندی اور خدشات کا اظہار کیا ہے، لیکن اُن دقیقہ رسی کے ساتھ جائزہ لیکر دیکھا جائے تو ہمارے ملک میں تعلیم کا معاملہ روز اول سے خلفشار کا شکار رہا ہے۔ انگریز نے برصغیر پر قبضے کے بعد اپنی حکومت چلانے اور دفتری نظام کو رواں دواں رکھنے کی ضرورت سے ایک نظام تعلیم رائج کیا تھا جس کا مقصد دفتری معاملات کو چلانے کے لئے مشینیں اہلکاروں کی تیاری تھی اس نظام تعلیم میں اس بات کی پوری کوشش کی گئی تھی کہ ایسے لوگ تیار کئے جائیں جو شکل و صورت میں انڈین ہوں، لیکن اپنی سوچ و فکر اور خیالات و نظریات سے انگریزی دماغ رکھتے ہوں۔ انگریز کے تسلط کے بعد ہندوستان میں نظام تعلیم کا بانی لارڈ میکالے تھا، جس نے مسلمانوں کے علوم و فنون و ثقافت سے ٹھکرادیا تھا، اور کسی تعلیمی ادارے میں اُس کے لئے کوئی جگہ نہیں رکھی تھی۔ لارڈ میکالے نے اپنے خیالات و عزائم کا اظہار ان الفاظ میں کیا تھا:-

ہمیں اس وقت بس ایک طبقہ پیدا کرنے کی سعی کرنی چاہئے جو ہمارے اور اُن کروڑوں انسانوں کے مابین ترجمانی کے فرائض سرانجام دے سکے جن پر ہم اس وقت حکمران ہیں، ایک ایسا طبقہ جو خون اور رنگ کے اعتبار سے ہندوستانی ہو مگر ذوق، طرز فکر، اخلاق اور فہم و فراست کے نقطہ نظر سے انگریز۔..... (”میکالے کا نظریہ تعلیم“، عبدالحمید صدیقی)

حصول آزادی اور قیام پاکستان کے بعد ایک نظریاتی اور آزاد ملک و قوم کیلئے جس معیاری نظام تعلیم کی ضرورت تھی مجرمانہ طور اس کی طرف کوئی خاطر خواہ توجہ نہیں دی گئی اور عدالتی، انتظامی، معاشی اور سیاسی میدانوں کی طرح تعلیم کا نظام بھی دور غلامی کا ہی برقرار رکھا گیا۔ برطانوی استعمار کے دور میں اس نظام کے بطن سے ہندوستانی انگریز تولد ہوتا تھا اور قیام پاکستان کے بعد پاکستانی انگریز پیدا ہونے لگا، اس نظام کی خاصیت صرف اتنی ہے کہ سرکاری ملازمت مل جائے، مادی وسائل اور تن پروری کے لئے حصول دولت کے ذرائع تک رسائی ہو سکے، اس سلسلے کی ساری کاوشیں بس اسی مقصد کے گرد گھومتی ہیں، اس کام میں

طرف سے بھرپور مالی، انتظامی، تحقیقی، غرض ہمہ جہتی تعاون حاصل ہے، لیکن قوم کی خدمت کا جذبہ رکھنے والے، حب وطن سے سرشار اور اپنے علم و فن میں ماہر رجال کار کا اب بھی قحط ہے اور ۶۲ سال کی طویل قومی زندگی گزارنے کے باوجود ہم تعلیم کے میدان میں علمی، اخلاقی، نظریاتی، تحقیقی اور انتظامی ہر جہت سے نابالغ ہیں، بعض افراد جو اپنی ذاتی لگن سے نمایاں علمی مقام حاصل کر لیتے ہیں تو ملک کے طول و عرض میں ان کی علمی اور تحقیقی تشنگی رفع کرنے کا پھر بھی کوئی انتظام نہیں ہے اور ان کو دیار غیر میں قائم بیرون ملک اداروں کا رخ کرنا پڑتا ہے۔

نظام تعلیم سے متعلق ہمارا قومی المیہ صرف عربی کا ہی نہیں ہے پورا نظام، دیمک زدہ، فرسودہ، دور غلامی کی یادگار، صرف انگلش سیکھنے اور انگریز کا کلچر اپنانا کر، پاکستانی انگریز بننے تک محدود ہے۔

بلاشبہ یہ ہماری ملی ضرورت ہے کہ یہ ملک اور معاشرہ نامور ڈاکٹروں، باکمال انجینیرز، دقیقہ رس آفیسرز اور ہر میدان میں ہنرمند رجال کار سے معمور ہو اور ہمیں کسی بھی ملکی و ملی ضرورت کیلئے باہر کے سہارے کی کوئی ضرورت نہ پڑے۔

لیکن یہ جب ہو سکے گا جب ان میں سے ہر فرد میں، آغاز تعلیم سے تکمیل تک، ایک مرد مومن کی پرورش کی جائے، تب ایمان و امانت سے سرشار، ان رجال کار کی صلاحیتیں بام عروج پر ہوں گی تب اس کے شاندار ثمرات و اثرات سے ملک و ملت کی فلاح و بہبود کیلئے ظاہر ہونے والی حیرت انگیز ترقیات، ہم وطنوں کیلئے بھی قابل فخر ہوں گی اور بیرونی دنیا کے لئے بھی قابل تقلید نمونہ بنیں گی۔

مولائے کریم ہمارے ارباب حکومت کو درست سمت میں قومی تقاضوں کے مطابق مفید کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔